نہرو 1955 میں بانڈونگ میں ہونے والی افریشین کانفرنس میں گھانا کے نکرومہ، مصر کے ناصر، انڈونیشیا کے سوکارنو اور یوگوسلاویہ کے ٹیٹو کے ساتھ۔ یہ پانچ رہنما ناوابستہ تحریک کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔

اس باب میں ...

اب تک اس کتاب میں ہم نے ملک کی اندرونی ترقی اور گھریلو چیلنجوں پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ اب ہم بیرونی چیلنجوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہاں پر بھی ہمارے رہنماؤں نے ان کا مقابلہ ایک بالکل ہی انوکھے طریقے یعنی ناوابستگی کی پالیسی اختیار کرکے کیا۔ لیکن انھوں نے خود کو پڑوسیوں کے ساتھ تنازعوں میں بھی ملوث پایا۔ اور اس کے باعث 1962، 1965 اور 1971 کی جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں اور خارجی تعلقات نے ملک کی سیاست کو ایک شکل دی اور ملک کی سیاست پر ان کی چھاپ پڑی۔

اس باب میں ہم خارجی اور داخلی سیاست کے درمیان تعلقات کی داستان کا مطالعہ مندرجہ ذیل نکات پر غور کرتے ہوئے کریں گے۔

- وہ بین الاقوامی تناظر جس نے ہندوستان کے خارجی تعلقات کی تشکیل کی
- وہ کارفرما اصول جنھوں نے ملک کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کی
- پاکستان اور چین کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات کی تاریخ اور
- ہندوستان کی نیوکلیائی پالیسی کا ارتقا۔

باب 4

ہندوستان کے خارجی تعلقات

بین الاقوامی تناظر

ہندوستان ایک بہت ہی آزمائش اور مشکلات سے پُر بین الاقوامی تناظر میں وجود میں آیا۔ دنیا حال ہی میں ایک تباہ کن جنگ دیکھ چکی تھی اور ابھی تک تعمیر نو کے کام سے دست وگریباں تھی۔ اس کے باوجود بھی ایک بین الاقوامی تنظیم کی تیاریاں جاری تھیں۔ نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کی وجہ سے نئے ممالک ظہور پذیر ہو رہے تھے اور زیادہ تر نئے ممالک فلاح و بہبود اور جمہوریت کے دوہرے مسائل پر قابو پانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ آزادی کے بعد آزاد ہندوستان کی خارجہ پالیسی نے ان تمام تشویشوں کی عکاسی کی۔ ان عالمی سطح کے عناصر کے علاوہ ہندوستان کی خود اپنی بھی مشکلیں تھیں۔ برطانوی حکومت سے وراثت میں کئی بین الاقوامی تنازعات ملے تھے۔ بٹوارہ کا اپنا دباؤ تھا اور غریبی کم کرنے کا کام پہلے ہی تکمیل کا منتظر تھا۔ یہ وہ پس منظر تھا جس میں ہندوستان نے ایک آزاد قوم کی حیثیت سے بین الاقوامی امور میں حصہ لینا شروع کیا۔

عالمی جنگ کے پس منظر سے ابھرے ہوئے ملک کی حیثیت سے، ہندوستان نے اپنے خارجی تعلقات کی بنیاد دوسری قوموں کے اقتدار اعلیٰ کے احترام اور امن کے قیام کے ذریعہ تحفظ پر رکھی۔ اس کی گونج ہمیں ریاستی پالیسی کے رہنما اصولوں میں صاف دکھائی دیتی ہے۔

جس طرح داخلی اور خارجی عناصر ایک فرد یا خاندان کے رجحان یا برتاؤ پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح ملکی اور بین الاقوامی ماحول کسی قوم کی خارجہ پالیسی پر اپنا اثر چھوڑتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک وسائل کی کمی کے باعث اپنا نقطہ نظر اور وسعت بین الاقوامی منظر پر موثر انداز میں نہ پیش کر سکے۔ لہذا ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں انھوں نے زیادہ معتدل مقاصد سامنے رکھے۔ انھوں نے اپنے پڑوس میں امن و ترقی پر زیادہ توجہ دی۔ اس کے علاوہ ترقی یافتہ ممالک پر ان کے تحفظ اور معاشی ترقی کے لیے انحصار پر بھی ان کی خارجہ پالیسی کبھی کبھی متاثر ہوئی۔ دوسری عالمی جنگ کے فوراً بعد زیادہ تر ترقی پذیر ممالک نے ان طاقتور ملکوں کی خارجہ پالیسی کی ترجیحات کی حمایت کی جو ان کو امداد یا قرض دیتے تھے۔ اس طرز عمل نے دنیا کے ملکوں کو دو واضح دھڑوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک گروہ تو ریاست ہائے متحدہ اور اس کے مغربی حلیفوں کے زیر اثر تھا دوسرا اس وقت کے سوویت یونین کا حامی تھا۔ اس کے متعلق آپ اپنی کتاب 'دور حاضر کی عالمی سیاست' میں پڑھ چکے ہیں۔ اس میں آپ نے ناوابستہ تحریک کے تجربے کے بارے میں بھی پڑھا ہوگا۔ اور

> ”آزادی کس چیز سے بنتی ہے؟ یہ بنیادی طور سے خارجی تعلقات سے بنتی ہے۔ یہی آزادی کی آزمائش ہے۔ اس کے علاوہ اور سب کچھ مقامی خود اختیاری ہے۔ اگر خارجی تعلقات آپ کے ہاتھوں سے نکل کر ایک بار کسی دوسرے کے ہاتھوں میں چلے گئے تو اس حد تک آپ آزاد نہیں ہیں۔“
>
> **جواہر لعل نہرو**
>
> مارچ 1949 میں دستور ساز اسمبلی میں ایک بحث کے دوران۔

آئینی اصول

ہندوستانی آئین کی دفعہ 51 میں بین الاقوامی امن اور تحفظ کے فروغ کی غرض سے ریاست کے لیے کچھ رہنما اصول وضع کیے ہیں:

"ریاست کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ وہ۔

(a) بین الاقوامی امن اور تحفظ کو فروغ دے

(b) قوموں سے باعزت اور منصفانہ تعلقات قائم رکھے

(c) منظم لوگوں کے باہمی معاملات میں بین الاقوامی قانون اور معاہدوں کی پابندی کے احترام کو مضبوط بنائے؛ اور

(d) بین الاقوامی تنازعات کو گفت وشنید اور ثالثی کے ذریعے طے کرنے کی ہمت افزائی کرے"

آزادی کے بعد کی دو دہائیوں میں ہندوستان ان اصولوں پر کہاں تک کھرا اترا؟ اس باب کو پڑھنے کے بعد آپ اسی سوال پر واپس آسکتے ہیں

© NCERT not to be republished

یہ بھی پڑھا ہوگا کہ سرد جنگ کے خاتمہ سے کس طرح بین الاقوامی تعلقات کی صورتحال یکسر بدل گئی۔ لیکن جس وقت ہندوستان کو آزادی حاصل ہوئی اور اس نے اپنی خارجہ پالیسی مرتب کرنی شروع کی تو وہ سرد جنگ کی ابتداء کا زمانہ تھا اور دنیا کے ممالک ان دونوں گروہوں میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کے عمل سے گزر رہے تھے۔ کیا پچاس اور ساٹھ کی دہائی کی عالمی سیاست میں ہندوستان ان میں سے کسی گروہ میں شامل ہوا؟ کیا یہ اپنی خارجہ پالیسی کو پرامن طریقہ سے چلانے اور بین الاقوامی تنازعات سے کنارہ کشی کرنے میں کامیاب رہا؟

ناوابستگی کی پالیسی

ہندوستان کی قومی تحریک ایک تنہا اور الگ تھلگ عمل نہیں تھی بلکہ یہ اس عالمی جدوجہد کا حصہ تھی جو اس زمانہ میں سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام کے خلاف جاری تھی اور اس نے اکثر ایشیائی اور افریقی ممالک کی جدوجہد آزادی کو متاثر کیا۔ ہندوستان کی آزادی سے پہلے اس کے قومی رہنماؤں کا دوسرے ملکوں کے رہنماؤں سے رابطہ تھا کیوں کہ وہ سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام کے خلاف جدوجہد میں ایک رشتے سے جڑے ہوئے تھے۔ جب دوسری عالمی جنگ کے دوران نیتاجی سبھاش چندر بوس نے آزاد ہند (Indian National Army, INA) بنائی تو یہ اس حقیقت کا سب سے واضح ثبوت تھا کہ آزادی کی جدوجہد کے دوران ہندوستان سے باہر بسنے والے ہندوستانیوں اور ہندوستان کے درمیان رشتوں کی کڑیاں موجود ہیں۔

کسی قوم کی خارجہ پالیسی اس کے اندرونی اور بیرونی عناصر کے باہمی تعامل سے بنتی ہے۔ لہٰذا جن نیک اور اعلیٰ مقاصد کو لے کر ہندوستان کی جدوجہد آزادی آگے بڑھی تھی وہی نصب العین ہندوستان کی خارجہ پالیسی کا بھی رہنما رہا۔ لیکن ہندوستان کی آزادی کا حصول اور سرد جنگ کی ابتدا ساتھ ساتھ ہوئی اور جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب 'دورِ حاضر کی عالمی سیاست' میں پڑھا ہوگا کہ یہی وہ وقت تھا جب عالمی سطح پر معاشی، فوجی اور سیاسی اعتبار سے یہ دور دو عظیم طاقتوں یعنی ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین کے درمیان کشاکش کا زمانہ تھا۔ اسی زمانے میں اقوام متحدہ کا قیام، نیوکلیائی ہتھیاروں کی تخلیق، کمیونسٹ چین کا ظہور اور نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ کی ابتدا بھی ہوئی۔ لہٰذا ہندوستان کی قیادت کو قومی مفادات، موجود بین الاقوامی ماحول میں حاصل کرنے تھے۔

نہرو کا کردار

پہلے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے قومی ایجنڈے یا پروگرام کو تیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ خود ہی وزیر خارجہ بھی تھے۔ وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی دوہری حیثیت سے 1946 سے 1964 تک کے عرصہ میں ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے بنانے اور نافذ کرنے میں ان کا اثر ٹھوس اور نمایاں تھا۔ نہرو کی خارجہ پالیسی کی تین خصوصیات بہت واضح تھیں۔ ایک تو یہ کہ خون پسینہ سے حاصل کیے ہوئے اقتدار اعلیٰ کو برقرار رکھنا، ملکی حدود کی سالمیت کی حفاظت کرنا اور آخر میں ایک تیز رفتار اقتصادی ترقی کو فروغ دینا۔ نہرو کے خیال میں یہ تین مقصد ناوابستگی کی حکمت عملی کے ذریعہ حاصل کیے جا سکتے تھے۔ ملک میں بہر حال ایسے گروہ اور پارٹیاں موجود تھیں جو چاہتی تھیں کہ ہندوستان کے ریاست ہائے متحدہ سے دوستانہ تعلقات ہونے چاہئیں کیوں کہ یہ گروہ جمہوریت پسند تھا۔ اس خیال کے لیڈروں میں ڈاکٹر امبیڈکر بھی شامل تھے۔ کچھ کمیونسٹ مخالف سیاسی پارٹیاں بھی چاہتی تھیں کہ ہندوستان ریاست ہائے متحدہ کی حمایت خارجہ پالیسی اختیار کرے۔ اس میں بھارتیہ جن سنگھ اور سوتنتر پارٹی شامل تھیں۔ لیکن خارجہ پالیسی مرتب کرنے میں ہوا کا رخ نہرو کے ساتھ تھا۔

دونوں کیمپوں سے دوری

آزاد ہندوستان کی خارجہ پالیسی نے پرامن دنیا کے خواب کو بڑی ہمت سے زندہ رکھا۔ اور اس سلسلہ میں ناوابستگی کی پالیسی کی حمایت، سرد جنگ کی کشیدگیوں کو کم کرنے کی کوششیں اور اقوام متحدہ کے قیام امن کی کارروائیوں میں انسانی وسائل کی حصہ داری کے ذریعے اپنی شرکت جاری رکھی۔ ہندوستان ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین کے ایک دوسرے کے خلاف فوجی معاہدوں سے الگ رہنا چاہتا تھا جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب 'دورِ حاضر کی سیاست' میں پڑھا ہوگا کہ ریاست ہائے متحدہ کی زیر قیادت NATO اور سوویت یونین کے زیر قیادت وارسا پیکٹ جیسے فوجی معاہدے سرد جنگ کے دوران کیے گئے۔ ہندوستان نے ناوابستگی کی حمایت ایک مثالی خارجہ پالیسی کے رجحان کی حیثیت سے کی۔

> ہماری عام پالیسی یہ ہے کہ طاقت کی سیاست میں نہ الجھیں اور نہ ہی ایک گروہ کے مقابلے میں دوسرے گروہ کے ساتھ ہوں۔ آج کے دو گروہوں میں ایک تو روسی بلاک ہے اور دوسرا اینگلو امریکن بلاک ہے۔ ہمیں دونوں سے دوستی قائم رکھنی ہے لیکن کسی میں شامل نہیں ہونا ہے۔ امریکہ اور روس دونوں ہی ایک دوسرے کے بارے میں اور دوسرے ملکوں کے بارے میں بہت حد تک شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ یہ ہمارا راستہ دشوار کر دیتا ہے۔ اور یہ دونوں ہم کو اس شک کی نظر سے دیکھیں گے کہ ہم دوسرے گروہ کی جانب جھک رہے ہیں۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔
>
> **جواہر لعل نہرو**
> کا کے۔ پی۔ ایس۔ مینن کے نام ایک خط جنوری 1947۔

توازن قائم رکھنے کا یہ ایک مشکل طریقہ تھا اور کبھی کبھی یہ توازن مساوی بھی نہیں لگتا تھا۔ جب 1956 میں برطانیہ نے نہر سوئز کے مسئلہ پر مصر پر حملہ کیا، ہندوستان نے اس جدید نوآبادیاتی حملے پر عالمی احتجاج کی قیادت کی تھی لیکن جب اسی سال سوویت یونین نے ہنگری پر حملہ کیا تو اس وقت ہندوستان نے اس کی عالمی مذمت میں حصہ نہیں لیا۔ ان سب کے باوجود ہندوستان نے اکثر بین الاقوامی مسائل پر آزادانہ موقف اختیار کیا اور دونوں بلاکوں کے ممبر ممالک سے امداد حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔

جس وقت ہندوستان دوسرے ترقی پذیر ممالک کو ناوابستگی کی پالیسی کی تلقین کر رہا تھا پاکستان نے ریاست ہائے متحدہ کی زیر قیادت کیے گئے فوجی معاہدوں میں شرکت کی۔ ریاست ہائے متحدہ ہندوستان کے آزادانہ رویے اور ناوابستگی کی پالیسی سے خوش نہیں تھا۔ لہٰذا پچاس کی دہائی میں ہند-امریکہ تعلقات میں خاصا تناؤ تھا۔ ریاست ہائے متحدہ کو ہندوستان اور سوویت یونین کے بڑھتے ہوئے تعلقات بھی ناپسند تھے۔

آپ پچھلے باب میں ہندوستان کی اختیار کردہ منصوبہ بند اقتصادی ترقی کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ اس پالیسی نے درآمدات کے متبادل پر زور دیا۔ وسائل کی بنیاد پر زور دینے کا یہ مطلب بھی تھا کہ برآمداتی پیداوار محدود کر دی جائے۔ ترقی کی اس حکمت عملی نے باہری دنیا کے ساتھ ہندوستان کے اقتصادی تعلقات بہت حد تک محدود کر دیے۔

جب ہم چھوٹے تھے بہت غریب تھے اور زیادہ غیر محفوظ تھے تو بہتر طریقے سے جانے جاتے تھے اور زیادہ طاقت ور بھی تھے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟

افریقی — ایشیائی اتحاد

پھر بھی ہندوستان کے رقبہ، محل وقوع اور قوت کی صلاحیت کے پیش نظر نہرو کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان کو عالمی امور میں بڑا کردار ادا کرنا چاہیے خصوصاً ایشیائی معاملات میں۔ نہرو کے زمانے کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہندوستان، ایشیا اور افریقہ کے نئے آزاد شدہ ممالک کے درمیان تعلقات ہموار ہوئے۔ چالیس اور پچاس کی دہائیوں کے درمیان نہرو نے ایشیائی اتحاد کی زبردست وکالت کی۔ مارچ 1947 یعنی حصول آزادی سے پانچ ماہ قبل نہرو کی رہنمائی میں ہندوستان نے ایشیائی تعلقات کانفرنس منعقد کی۔ ہندوستان نے ڈچ نوآبادیاتی نظام سے انڈونیشیا کی آزادی کے لیے بھی پُر خلوص کوششیں کیں اور اس سلسلہ میں 1949 میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام بھی کیا تا کہ وہاں کی جدوجہد آزادی کو حمایت حاصل ہو۔ ہندوستان نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ کا پر جوش حامی تھا اور نسل پرستی خصوصاً جنوبی افریقہ کی نسلی تفریق کا زبردست مخالف تھا۔ ہندوستان اور نئے آزاد شدہ افریقی اور ایشیائی ممالک کے تعلقات کا نقطۂ عروج 1955 میں انڈونیشیائی شہر بنڈونگ میں ہونے والی کانفرنس تھی۔ بعد میں بنڈونگ کانفرنس نے ناوابستہ تحریک NAM یعنی (Non-Alligned Movement) کے لیے راہ ہموار کی۔ اس تنظیم کی پہلی چوٹی کانفرنس ستمبر 1961 میں بلگریڈ میں منعقد ہوئی۔ نہرو NAM کے بانیوں میں سے ایک تھے (دیکھیے دورِ حاضر کی عالمی سیاست کا پہلا باب)

> ”ایک ایسا ملک جس کے پاس قوت کے تین ذرائع یعنی وسائل، پیسہ اور ماہرین نہ ہوں اب بہت تیز رفتاری سے مہذب دنیا کی ایک اخلاقی قوت کی حیثیت سے معروف ہوتا جا رہا ہے۔ بڑی طاقتوں کی کونسل میں اس کی باتوں کو احترام کے ساتھ سنا جاتا ہے۔“
>
> **سی۔ راج گوپالا چاریہ**
> ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن کے نام خط، 1950

© NCERT not to be republished

چین کے ساتھ امن اور کشاکش

پاکستان کے برخلاف آزاد ہندوستان اور چین کے تعلقات کی ابتدا بڑے دوستانہ ماحول میں ہوئی۔ 1949 میں چین کے انقلاب کے بعد ہندوستان پہلا ملک تھا جس نے کمیونسٹ حکومت کو تسلیم کیا۔ نہرو کے دل میں اپنے پڑوسی کے لیے جو مغربی سامراجیت کے سائے سے ابھر رہا تھا، کئی نرم گوشے تھے اور انھوں نے بین الاقوامی سطح پر نئی حکومت کی کافی مدد کی۔ نہرو کے کچھ ساتھیوں کو جن میں ولبھ بھائی پٹیل شامل تھے چین کی طرف سے مستقبل میں حملہ کا اندیشہ تھا۔ لیکن نہرو کا خیال تھا کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ چین ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ ایک لمبے عرصہ تک چین کی سرحدیں فوج کے بجائے نیم فوجی اداروں کے تحفظ میں تھیں۔

29 اپریل 1954 کو چینی وزیر اعظم چواین لائی اور ہندوستانی وزیر اعظم نہرو نے پنچ شیل یعنی پُر امن بقائے باہمی کے پانچ اصولوں کا مشترک اعلان کیا جو دونوں ملکوں کے درمیان رشتوں کو مزید مضبوط بنانے کی جانب ایک قدم تھا۔ ہندوستانی اور چینی رہنماؤں نے ایک دوسرے کے ملکوں کا دورہ کیا اور دونوں ملکوں کے عوام کی کثیر تعداد نے ان کا دوستانہ استقبال کیا۔

چینی حملہ، 1962

دو واقعات نے ان تعلقات میں کشیدگی پیدا کر دی۔ 1950 میں چین نے تبت کا الحاق اپنے ساتھ کر لیا اور اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان ایک فاصل ریاست کو ختم کر دیا۔ شروع میں تو ہندوستانی حکومت نے اس کی کھل کر مخالفت نہیں کی لیکن جب اور خبریں آنے لگیں اور تبتی ثقافت کے کچلے جانے کی خبریں ملنے لگیں تو ہندوستانی حکومت کو کچھ بے چینی ہوئی۔ 1959 میں تبت کے روحانی پیشوا دلائی لامہ نے ہندوستان سے سیاسی پناہ مانگی۔ چین نے الزام لگایا کہ ہندوستانی حکومت ہندوستان کے اندر چین مخالف سرگرمیوں کی اجازت دے رہی ہے۔

اس سے کچھ پہلے ہندوستان اور چین کے درمیان ایک سرحدی تنازعہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہندوستان کا دعویٰ تھا کہ سرحد کا معاملہ نوآبادیاتی زمانہ میں طے ہو چکا تھا لیکن چین کی دلیل تھی کہ کوئی نوآبادیاتی فیصلہ اب لاگو نہیں ہوتا۔ اصل تنازعہ اس لمبی سرحد کے مشرقی اور مغربی کناروں کا تھا۔ چین نے ہندوستان کی سرزمین کے دو حصوں پر اپنا دعویٰ کیا۔ پہلا تو جموں اور کشمیر کے لداخ کے علاقے میں آکسائی چین پر، دوسرے اروناچل پردیش کے ایک کثیر علاقے پر جو اس وقت NEFA یعنی North Eastern Frontier Agency کہلاتا تھا۔ 1957 اور 1959 کے درمیان چین نے اکسائی چن پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں پر فوجی اہمیت کی ایک سڑک بنائی۔ دونوں ملکوں کے رہنماؤں کے درمیان

دلائی لامہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوتے ہوئے

تبت

وسطی ایشیا کے علاقہ کا سطح مرتفع جسے تبت کہا جاتا ہے ان بڑے مسائل میں سے ایک ہے جو تاریخی اعتبار سے چین اور ہندوستان کے درمیان کشیدگی کا سبب بنا۔ تاریخ میں کئی بار چین نے تبت پر اپنے انتظامی اختیار کا دعویٰ کیا تھا، اور کبھی نہ کبھی تبت آزاد بھی رہا۔ 1950 میں چین نے تبت کو اپنے اختیار اور قبضے میں لے لیا۔ آبادی کے بڑے حصے نے اس کی مخالفت کی۔ ہندوستان نے چین کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی کہ وہ تبت کے آزادی کے دعوے کو تسلیم کرلے۔ جب 1954 میں ہندوستان اور چین کے درمیان پنچ شیل سمجھوتہ پر دستخط ہوئے تو سمجھوتہ کی ایک دفعہ کے مطابق، جس میں ایک دوسرے کی علاقائی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کا احترام کرنے کی بات کہی گئی تھی، ہندوستان نے تبت پر چین کے قبضے کو مان لیا تھا۔ 1956 میں چینی وزیر اعظم چو این لائی کے ہندوستان کے دورے میں تبت کے روحانی پیشوا دلائی لاما بھی ان کے ساتھ آئے تھے۔ انھوں نے نہرو جی کو تبت کی بگڑتی ہوئی صورت حال سے روشناس کر دیا تھا۔ لیکن چین پہلے ہی ہندوستان کو یقین دہانی کرا چکا تھا کہ تبت کو چین کے کسی بھی دوسرے علاقہ کی بہ نسبت زیادہ خود مختاری حاصل ہوگی۔ 1958 میں تبت کے اندر چین کے قبضہ کے خلاف مسلح بغاوت ہوگئی۔ اسے چین کی فوجوں نے کچل دیا۔ دلائی لامہ نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ صورت حال ابتر ہوگئی ہے وہ 1959 میں ہندوستانی سرحد میں داخل ہوگئے اور یہاں پناہ کی درخواست کی جو قبول کرلی گئی۔ چین کی حکومت نے اس پر زبردست احتجاج کیا۔ گزشتہ نصف صدی سے تبتیوں کی ایک بڑی تعداد نے ہندوستان اور دوسرے بہت سے ملکوں میں پناہ لی ہے۔ ہندوستان، خاص طور پر دہلی میں، تبتیوں کی بڑی بڑی بستیاں آباد ہیں۔ ہماچل کے شہر دھرم شالہ میں غالباً ہندوستان کی سب سے بڑی تبتی پناہ گزینوں کی بستی ہے۔ دلائی لامہ نے بھی دھرم شالہ کو ہندوستان میں اپنا مسکن بنالیا ہے۔ 1950 اور 1960 کی دہائیوں میں بہت سے سیاسی رہنماؤں اور کئی پارٹیوں نے، جن میں سوشلسٹ پارٹی اور جن سنگھ بھی شامل ہیں، تبت کی آزادی کی حمایت کی۔

چین نے تبت کو ایک خود مختار علاقہ بنا دیا ہے جو چین کا اٹوٹ حصہ ہے۔ تبتی لوگ چین کے اس دعوے کی مخالفت کرتے ہیں کہ تبت چین کا ایک حصہ ہے۔ وہ تبت میں چینیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو لا کر بسانے کے بھی مخالف ہیں۔ تبتی چین کے اس دعویٰ کو بھی نہیں مانتے کہ تبت کو خود مختاری دے دی گئی ہے۔ ان کے خیال میں چین تبت کے روایتی مذہب اور ثقافت کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتا ہے اور اسے ختم کرنا چاہتا ہے۔

نوٹ: یہ نقشہ پیمانہ کے مطابق نہیں ہے لہٰذا اس کو ہندوستان کی سرحدوں کا باضابطہ نقشہ نہیں سمجھا جانا چاہیے۔

MENON GOES
Dramatic announcement by Mr Nehru
Tremendous cheers acclaim news
By our Special Correspondent
Ranadive, other Reds arrested

1960 میں چین کے ساتھ سرحدی جھگڑے اٹھ کھڑے ہونے پر نہرو اور ماؤ زے تنگ کے درمیان بات چیت ناکام رہی۔

چین کا رولر
ثبوت زیر تعمیر

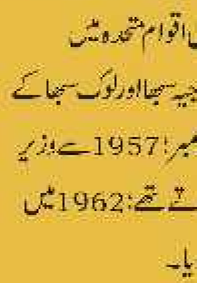

وی۔ کے۔ کرشنا مینن

(1897-1974)

سیاستداں اور وزیر؛ 1934 سے 1947 تک برطانیہ کی لیبر پارٹی کے سرگرم رکن؛ برطانیہ میں ہندوستان کے ہائی کمشنر اور بعد میں اقوام متحدہ میں ہندوستانی ڈیلی گیشن کے سربراہ؛ راجیہ سبھا اور لوک سبھا کے ممبر؛ 1956 سے مرکزی کابینہ کے ممبر؛ 1957 سے وزیر دفاع؛ نہرو کے بہت قریب سمجھے جاتے تھے؛ 1962 میں ہند چین جنگ کے بعد استعفیٰ دے دیا۔

ایک طویل گفت وشنید اور خط وکتابت کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اور دونوں ملکوں کی فوجوں کے درمیان چھوٹی موٹی سرحدی جھڑپیں بھی ہوئیں۔

کیا آپ کو 'دورِ حاضر کی سیاست' کے پہلے باب میں کیوبا کے میزائل بحران کا تذکرہ یاد ہے؟ جب کہ پوری دنیا کی نگاہیں دو عظیم طاقتوں کے درمیان پیدا ہونے والے بحران پر لگی ہوئی تھیں۔ چین نے اکتوبر 1962 میں دونوں متنازعہ علاقوں پر اچانک تیز اور بھاری حملہ کر دیا۔ پہلا حملہ ایک ہفتہ تک جاری رہا اور چینی فوج نے اروناچل پردیش کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ حملہ کی دوسری لہر اگلے مہینے میں اٹھی۔ حالاں کہ مغربی محاذ لداخ میں ہندوستانی فوجوں نے چینی فوجوں کی پیش قدمی روک دی لیکن مشرق میں چینی آسام کے میدانوں کی دہلیز تک پہنچ گئے۔ آخر میں چینیوں نے خود یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کر دیا اور حملہ سے پہلے والے مقام پر واپس چلے گئے۔

چینی حملہ کی وجہ سے اندرونی اور بیرونی طور پر ہندوستان کی امیج کچھ مسخ ہو گئی۔ بحران پر قابو پانے کی غرض سے فوجی امداد کے لیے ہندوستان کو برطانیہ اور امریکہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس پورے بحران کے عرصہ میں سوویت یونین غیر جانب دار رہا۔ اگرچہ اس کی وجہ سے قومی تذلیل کا احساس ہوا۔ لیکن خود قوم پرستی کے جذبہ میں اس نے نئی روح پھونک دی۔ چوٹی کے کچھ فوجی افسروں نے یا تو استعفیٰ دے دیا یا ریٹائر کر دیئے گئے۔ نہرو کے قریب ترین ساتھی اور اس وقت کے وزیر دفاع کرشنا مینن کو کابینہ چھوڑنی پڑی۔ خود نہرو کی اپنی شخصیت اور مرتبہ کو اس سے کافی نقصان پہنچا۔ چین کے ارادوں کو سمجھنے میں ان کی سادہ لوحی اور نادانی پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔ ہندوستانی فوج کی بے سروسامانی کی کیفیت پر بھی کڑی تنقید کی گئی۔ اور پہلی بار لوک سبھا میں حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی گئی اور اس پر بحث ہوئی۔ اس کے فوراً بعد ہی کانگریس نے کچھ نشستیں ضمنی الیکشن میں گنوا دیں۔ ملک کا سیاسی رجحان بدل رہا تھا۔

ہند چینی اختلاف نے اپوزیشن پارٹیوں کو بھی متاثر کیا۔ اس تنازعہ اور سوویت یونین اور چین کے مابین بڑھتے ہوئے اختلافات نے ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (CPI) کے اندر کبھی نہ مٹنے والے اختلافات پیدا کر دیئے۔ سوویت یونین کا حامی گروہ ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی (CPI) ہی میں رہا اور کانگریس سے قریب ہو گیا۔ دوسرا گروہ کچھ عرصہ تک چین کے قریب رہا اور وہ کانگریس سے کوئی بھی رابطہ رکھنے کا مخالف تھا۔ آخر 1964 میں پارٹی تقسیم ہو گئی۔ اور موخر الذکر گروہ کے رہنماؤں نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) یعنی CPI(M) کے نام سے الگ پارٹی بنائی۔ چین سے جنگ کے زمانہ میں اکثر ایسے لیڈر جنھوں نے بعد میں CPI(M) بنائی چین سے موافق نظریات کی بنا پر گرفتار کر لیے گئے تھے۔

" سچ بات تو یہ ہے کہ میرا تاثر (چواین لائی کے بارے میں) اچھا اور موافق... چینی وزیر اعظم، مجھے یقین ہے، ایک اچھے اور قابل اعتماد شخص ہیں "

سی۔ راج گوپالا چاریہ
ایک خط میں، دسمبر 1956

تیز رفتار
1962 کے بعد ہند چینی تعلقات

ہندوستان اور چین کو اپنے تعلقات بحال کرنے میں دس سال سے زیادہ کا عرصہ لگا اور 1976 میں دونوں ملکوں کے درمیان مکمل سفارتی تعلقات قائم ہوگئے۔ اٹل بہاری باجپئی (جو اس وقت وزیر خارجہ تھے) پہلے چوٹی کے لیڈر تھے جنھوں نے 1979 میں چین کا دورہ کیا۔ بعد میں راجیو گاندھی نہرو کے بعد دوسرے وزیر اعظم تھے جنھوں نے چین کا دورہ کیا۔ اس کے بعد سے دونوں ملکوں کا زور زیادہ تر تجارتی پہلو پر ہے۔ اپنی کتاب 'دور حاضر کی عالمی سیاست' میں آپ اس کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔

چین کے حملے نے ہندوستانی قیادت کو اس تشویش ناک ماحول سے آگاہ کیا جس سے شمال مشرق کا علاقہ دو چار تھا۔ یہ علاقہ پس ماندہ اور الگ تھلگ تو تھا ہی ساتھ ساتھ یہ قومی یکجہتی اور سیاسی اتحاد کے لیے بھی بڑا خطرہ تھا۔ اس کی از سر نو تقسیم اور تشکیل کا سلسلہ چینی جنگ کے فوراً بعد ہی شروع ہوگیا۔ ناگالینڈ کو ریاست کا درجہ دیا گیا۔ منی پور اور تری پورہ کو مرکزی یونین علاقوں کے ذریعہ اپنی اپنی قانون ساز اسمبلیاں چننے کا اختیار دیا گیا۔

آیئے ایک فلم دیکھیں

حقیقت

ہندوستانی فوج کی ایک چھوٹی پلاٹون کو لداخ کے علاقے کے خانہ بدوش بچاتے ہیں۔ دشمنوں نے ان کی چوکی کو گھیر رکھا ہے کیپٹن بہادر سنگھ اور اس کی خانہ بدوش گرل فرینڈ کمو، چوکی سے نکلنے میں جوانوں کی مدد کرتے ہیں بہادر سنگھ اور کمو چینیوں کو روکتے روکتے اپنی جان دے دیتے ہیں لیکن جوان پھر بھی دشمن کے نرغہ میں آجاتے ہیں اور لڑتے لڑتے اپنی جان ملک پر قربان کر دیتے ہیں۔

1962 کی چینی جنگ کے پس منظر میں تیار کی گئی اس فلم کی کہانی کا مرکزی خیال سپاہی اور اس کی مشقتوں کے ارد گرد گھومتا ہے۔ یہ کہانی سپاہیوں کی جدو جہد کی منظر کشی کے علاوہ ان کو خراج عقیدت بھی پیش کرتی ہے اور اس مایوسی کو نمایاں کرتی ہے جو چین کی فریب دہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ فلم میں کہیں کہیں دستاویزی ثبوت بھی دیے گئے ہیں یہ جنگ پر مبنی ہندی کی پہلی فلموں میں شمار کی جاتی ہے۔

سال : 1964
ہدایت کار : چیتن آنند
اداکار : دھرمیندر، پریہ راج ونش، بلراج ساہنی، جینت، سدھیر، سنجے خان، وجے آنند

پاکستان کے ساتھ امن اور جنگیں

جہاں تک پاکستان کا سوال ہے بٹوارہ کے فوراً بعد ہی کشمیر کے مسئلہ پر تنازعہ شروع ہو گیا۔ آپ اس تنازعہ کے بارے میں تفصیل سے آٹھویں باب میں پڑھیں گے۔ 1947 میں کشمیر میں ہندوستانی اور پاکستانی فوجوں کے درمیان ایک بالواسطہ جنگ شروع ہو گئی۔ یہ ایک مکمل جنگ میں تبدیل نہیں ہوئی۔ اس وقت یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے حوالہ کر دیا گیا۔ جلد ہی پاکستان، ہندوستان اور امریکہ اور بعد میں چین کے ساتھ رشتوں میں ایک اہم اور نازک عنصر بن گیا۔

کشمیر کے مسئلہ نے باہمی تعاون کو ختم نہیں کیا ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے بٹوارہ کے دوران اغوا شدہ عورتوں کو ان کے اصلی گھروں تک پہنچانے میں ایک دوسرے سے تعاون کیا۔ دریائی پانی کے استعمال کے پرانے مسئلہ کو عالمی بینک کی نگرانی اور ثالثی میں سلجھایا گیا۔ 1960 میں نہرو اور جنرل ایوب نے ہندو پاک سندھ پانی معاہدہ پر دستخط کیے۔ ہندو پاک رشتوں میں کئی نشیب و فراز کے باوجود یہ معاہدہ سب سے زیادہ کارگر اور کامیاب رہا۔

1965 میں دونوں ملکوں کے درمیان ایک بڑا فوجی تصادم ہوا۔ اور جیسا کہ آپ اگلے باب میں پڑھیں گے اس وقت لال بہادر شاستری وزیر اعظم تھے۔ اپریل 1965 میں پاکستان نے گجرات کے رن کچھ علاقہ پر فوجی حملہ کیا۔ اس کے بعد ایک بڑا حملہ اگست اور ستمبر کے درمیان جموں اور کشمیر پر کیا۔ پاکستانی حکمرانوں کا خیال تھا کہ وہ مقامی آبادی کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن ایسا ہوا نہیں۔ کشمیر کے محاذ پر شدت کم کرنے کی خاطر شاستری نے پنجاب کی سرحد پر جوابی محاذ کھولنے کا حکم دیا۔ ایک بہت ہی سخت جنگ کے بعد ہندوستانی فوج لاہور کے قریب پہنچ گئی۔

اقوام متحدہ کی مداخلت کے بعد لڑائی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد جنوری 1966 میں وزیر اعظم لال بہادر شاستری اور پاکستان کے جنرل ایوب کے درمیان تاشقند معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کی نگرانی سوویت یونین نے کی تھی۔ اگرچہ ہندوستان نے فوجی اعتبار سے پاکستان کو کافی نقصان پہنچایا لیکن 1965 کی جنگ نے ہندوستان کی پہلے ہی سے کمزور اقتصادی حالت میں اضافہ کر دیا۔

بنگلہ دیش سے جنگ، 1971

1970 کے شروع میں پاکستان میں سب سے بڑا اندرونی خلفشار پیدا ہوا۔ ملک کے پہلے عام انتخابات نے تقسیم کا فیصلہ دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی مغربی پاکستان میں کامیاب رہی جب کہ شیخ مجیب الرحمان کی سربراہی میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں بے پناہ کامیابی حاصل کی۔ دراصل مشرقی پاکستان کی بنگالی آبادی کا یہ ووٹ ان کے خلاف احتجاج تھا جو مغربی پاکستان میں رہتے تھے اور ان کو دوسرے درجہ کا شہری سمجھتے تھے۔ پاکستانی حکمراں نہ ہی یہ جمہوری فیصلہ ماننے کو تیار تھے اور نہ ہی مشرقی پاکستان کے وفاق کے مطالبہ کو قبول کرنے پر آمادہ تھے۔

The Times of India
OUR TROOPS ON OUTSKIRTS OF LAHORE
IAF Planes Blast Military Installations
PAK FORCES ON THE RUN IN CHHAMB AREA
BLACK-OUT IS ORDERED IN GREATER BOMBAY
Indo-Pak Flights Cancelled
In Uri Sector Too
"The Times of India" News Service
NEW DELHI
The Hindustan Times
RAILWAY TAKEN
IAF pounds Sargodha, Chak Jhumra airports
1965
JAI JAWAN
JAI KISAN
INDIA
Hindustan Times
TROOPS MARCH INTO PAKISTAN
DRYCLEANED
PAULSONS

اس کے بجائے پاکستانی فوج نے 1971 کے شروع میں شیخ مجیب الرحمان کو گرفتار کر لیا اور مشرقی پاکستان کے عوام پر دہشت اور خوف کی حکمرانی کا دور قائم کر دیا۔ اس کے جواب میں عوام نے 'بنگلہ دیش' کو پاکستان سے آزاد کرانے کی جدوجہد شروع کر دی۔ 1971 کے پورے سال ہندوستان ان پناہ گزینوں کا بوجھ اٹھاتا رہا جو مشرقی پاکستان سے بھاگ کر پڑوس کے ہندوستانی علاقوں میں آ گئے تھے اور جن کی تعداد تقریباً 80 لاکھ تھی۔ ہندوستان نے بنگلہ دیش کی جدوجہد آزادی کی اخلاقی اور مالی طور سے حمایت کی۔ پاکستان نے ہندوستان پر اس کو ٹکڑے کرنے کا الزام لگایا۔

امریکہ اور چین پاکستان کی حمایت میں آگے آئے۔ امریکہ اور چین کے درمیان خوش گوار تعلقات کی تجدید ساٹھ کی دہائی میں ہوئی جس کے نتیجہ میں ایشیا میں فوجوں کی تعیناتی میں تبدیلی ہوئی ہنری کیسنجر نے جو امریکہ کے صدر رچرڈ نکسن کے مشیر خاص تھے، جولائی 1971 میں پاکستان چین کا خفیہ دورہ کیا۔ امریکہ، چین اور پاکستان کے محور کے جواب میں ہندوستان نے اگست 1971 میں سوویت یونین کے ساتھ بیس سال کے لیے امن اور دوستی کا معاہدہ کیا، جس کی رو سے ہندوستان پر حملہ کی صورت میں سوویت یونین نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

آخر کار مہینوں کے سفارتی تناؤ اور فوجی تیاریوں کے بعد دسمبر 1971 میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مکمل سطح پر جنگ شروع ہو گئی۔ پاکستانی جہازوں نے پنجاب اور راجستھان پر حملہ کیا اور اس کی فوج جموں و کشمیر کے محاذ کی جانب روانہ ہوئی۔ ہندوستان نے اس کا جواب مغربی اور مشرقی دونوں محاذوں پر فضائی، بحری اور بری فوجوں کو استعمال کر کے دیا۔ مقامی آبادی کے پر جوش استقبال اور مدد کی وجہ سے ہندوستانی فوجوں نے مشرقی پاکستان میں کافی تیزی سے پیش قدمی کی۔ دس دن کے اندر ہی ہندوستانی فوجوں نے ڈھاکہ کو تین طرف سے گھیر لیا اور پاکستانی فوج کو جس کی تعداد 90,000 تھی، ہتھیار ڈالنے پڑے۔ جب بنگلہ دیش ایک آزاد ملک بن گیا تو ہندوستان

Refugee influx threatens peace: India warns Pak

PRESIDENT DECLARES EMERGENCY

تیز رفتار کارگل تنازعہ

1999 کے شروع میں ہندوستان کی طرف کے لائن آف کنٹرول کے کچھ مقامات جیسے مشکوہ، دراس، کاکسر اور بٹالک ان طاقتوں کے قبضے میں تھے جو خود کو مجاہدین کہتے تھے۔ پاکستانی فوج کی مشکوک شمولیت کے باعث ہندوستانی فوج نے اس قبضہ پر ردعمل ظاہر کرنا شروع کیا۔ اس سے دونوں ملکوں میں تنازعہ پیدا ہو گیا۔ یہ کارگل تنازعہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تنازعہ مئی جون 1999 کے دوران رہا۔ 26 جولائی 1999 تک ہندوستان نے بیشتر مقامات دوبارہ حاصل کر لیے تھے۔ کارگل تنازعہ نے پوری دنیا کی توجہ اپنی جانب کھینچا کیوں کہ ابھی ایک سال پہلے ہی دونوں ملکوں نے نیوکلیائی صلاحیت حاصل کی تھی۔ بہر حال یہ فوجی تنازعہ صرف کارگل ہی تک محدود رہا۔ لیکن پاکستان میں ایک بڑے اختلافات کا سبب بنا اور یہ الزام لگایا گیا کہ فوج کے سربراہ نے اس معاملہ میں پاکستانی وزیر اعظم کو اندھیرے میں رکھا۔ اس تنازعہ کے فوراً بعد پاکستانی فوج نے اپنے سربراہ جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں حکومت پر قبضہ کر لیا۔

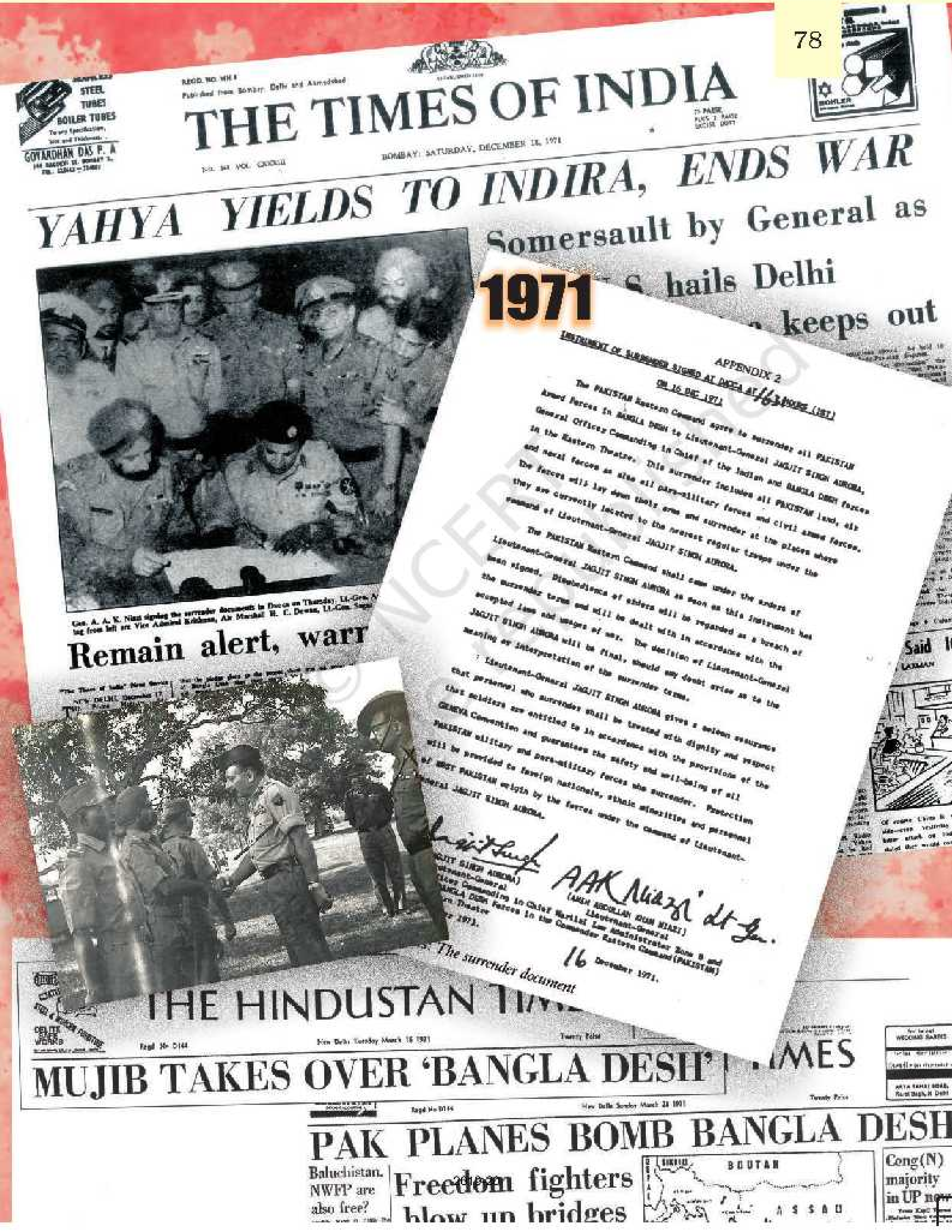
THE TIMES OF INDIA

BOMBAY: SATURDAY, DECEMBER 18, 1971

YAHYA YIELDS TO INDIRA, ENDS WAR

Somersault by General as

...S hails Delhi

...keeps out

Remain alert, warn...

1971

APPENDIX 2

INSTRUMENT OF SURRENDER SIGNED AT DACCA AT 1631 HOURS (IST) ON 16 DEC 1971

The PAKISTAN Eastern Command agree to surrender all PAKISTAN Armed Forces in BANGLA DESH to Lieutenant-General JAGJIT SINGH AURORA, General Officer Commanding in Chief of the Indian and BANGLA DESH forces in the Eastern Theatre. This surrender includes all PAKISTAN land, air and naval forces as also all para-military forces and civil armed forces. The forces will lay down their arms and surrender at the places where they are currently located to the nearest regular troops under the command of Lieutenant-General JAGJIT SINGH AURORA.

The PAKISTAN Eastern Command shall come under the orders of Lieutenant-General JAGJIT SINGH AURORA as soon as this instrument has been signed. Disobedience of orders will be regarded as a breach of the surrender terms and will be dealt with in accordance with the accepted laws and usages of war. The decision of Lieutenant-General JAGJIT SINGH AURORA will be final, should any doubt arise as to the meaning or interpretation of the surrender terms.

Lieutenant-General JAGJIT SINGH AURORA gives a solemn assurance that personnel who surrender shall be treated with dignity and respect that soldiers are entitled to in accordance with the provisions of the GENEVA Convention and guarantees the safety and well-being of all PAKISTAN military and para-military forces who surrender. Protection will be provided to foreign nationals, ethnic minorities and personnel of WEST PAKISTAN origin by the forces under the command of Lieutenant-General JAGJIT SINGH AURORA.

(JAGJIT SINGH AURORA)
Lieutenant-General
General Officer Commanding in Chief
India and BANGLA DESH Forces in the
Eastern Theatre
16 December 1971.

(AMIR ABDULLAH KHAN NIAZI)
Lieutenant-General
Martial Law Administrator Zone B and
Commander Eastern Command (PAKISTAN)
16 December 1971.

The surrender document

THE HINDUSTAN TIMES

MUJIB TAKES OVER 'BANGLA DESH'

PAK PLANES BOMB BANGLA DESH

Freedom fighters blow up bridges

Baluchistan, NWFP are also free?

Cong(N) majority in UP now

نے یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ بعد میں 3 جولائی 1972 کو اندرا گاندھی اور ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان شملہ معاہدہ پر دستخط ہوئے جس سے امن و آشتی کا دور باضابطہ طور سے واپس آ گیا۔

جنگ کی فیصلہ کن فتح نے قومی جشن کی صورت اختیار کر لی۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ہندوستان کے لیے ایک مایہ ناز اور شاندار لمحہ ہے اور اس کی بڑھتی ہوئی فوجی طاقت کی واضح علامت ہے۔ جیسے کہ آپ اگلے باب میں پڑھیں گے اس وقت اندرا گاندھی وزیر اعظم تھیں۔ انھوں نے 1971 کا لوک سبھا کا الیکشن جیت لیا تھا۔ ان کی ذاتی مقبولیت 1971 کی جنگ کے بعد کافی بڑھ گئی۔ جنگ کے بعد زیادہ تر ریاستوں میں اسمبلی کے الیکشن ہوئے جن میں اکثر ریاستوں میں کانگریس کو اکثریت حاصل ہوئی۔

اپنے محدود وسائل کے ساتھ ہندوستان نے ترقی کی منصوبہ بندی شروع کی تھی لیکن پڑوسیوں کے ساتھ اختلافات نے پانچ سالہ منصوبہ کو پٹری سے اتار دیا۔ ہندوستان نے اپنے محدود وسائل کو بھی دفاع کی جانب موڑ دیا خصوصاً 1962 کے بعد جب ہندوستانی فوج کو جدید آلات سے آراستہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ نومبر 1962 میں دفاعی پیداوار کا محکمہ قائم کیا گیا اور نومبر 1965 میں دفاعی سپلائی کا۔ تیسرا پانچ سالہ منصوبہ (1961-1966) سخت متاثر ہوا اور اس کے بعد تین سالانہ منصوبے آئے۔ چوتھا منصوبہ 1969 میں ہی شروع ہو سکا۔ جنگوں کے بعد ہندوستان کا دفاعی بجٹ تیزی سے بڑھ گیا۔

ہندوستان کی نیوکلیائی پالیسی

اس زمانے کا ایک نازک اقدام مئی 1974 میں ہندوستان کا نیوکلیائی دھماکہ تھا۔ ایک جدید ہندوستان کی تعمیر کے راستے میں نہرو نے ہمیشہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر بھروسہ رکھا۔ ان کی صنعت کاری کے منصوبہ کا ایک اہم جز نیوکلیائی پروگرام تھا جس کو چالیس کی دہائی میں ذاکر ہومی۔ جے بھابھا کی نگرانی میں شروع کیا گیا تھا۔ ہندوستان پُرامن مقاصد کے لیے نیوکلیائی توانائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نہرو نیوکلیائی ہتھیاروں کے خلاف تھے۔ لہٰذا انھوں نے عظیم طاقتوں سے نیوکلیائی اسلحہ کی مکمل تخفیف کی اپیل کی۔ لیکن نیوکلیائی ذخیرہ بڑھتا ہی رہا۔ جب اکتوبر 1964 میں کمیونسٹ چین نے نیوکلیائی ٹسٹ کیے تو دنیا کی پانچ نیوکلیائی طاقتوں یعنی امریکہ، سوویت یونین، برطانیہ، فرانس اور چین (اس وقت تائیوان چین کی نمائندگی کرتا تھا) نے، جو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے دائمی رکن بھی تھے، باقی دنیا پر 1968 کا عدم توسیعی معاہدہ (NPT) لاگو کرنا چاہا۔ ہندوستان نے ہمیشہ NPT کو جانب دارانہ سمجھا اور اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ہندوستان نے پہلا نیوکلیائی تجربہ کیا تو اس کو پُرامن دھماکے کا نام دیا گیا۔ ہندوستان نے دلیل دی کہ وہ نیوکلیائی صلاحیت کو پُرامن مقاصد کے استعمال کے موقف پر مضبوطی سے قائم ہے۔

یہ نیوکلیائی تجربے جس زمانے میں کیے گئے وہ گھریلو سیاست کے لیے مشکل زمانہ تھا۔ 1973 کی اسرائیل عرب جنگ کے بعد ساری دنیا تیل کے صدمے سے دوچار تھی کیوں کہ عرب ملکوں نے قیمت بہت زیادہ بڑھادی تھی۔ اس سے ہندوستان میں بھی معاشی بحران پیدا ہوا اور افراط زر کافی بڑھ گئی۔ آپ پچھلے باب میں پڑھیں گے کہ اس زمانے میں ملک کے اندر کئی احتجاج جاری تھے جن میں ملک گیر ریلوے ہڑتال شامل تھی۔

اگرچہ خارجی تعلقات نبھانے کے سلسلہ میں ملک کی سیاسی پارٹیوں کے درمیان چھوٹے اختلافات موجود ہیں لیکن قومی یکجہتی اور اتحاد کے سلسلہ میں سب ہی پارٹیوں کے درمیان اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ یہی بات بین الاقوامی سرحدوں کی حفاظت اور قومی مفاد کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ 1971-1962 کی دہائی کے دوران جس میں کہ ہندوستان نے تین جنگیں لڑیں یا بعد کے زمانے میں بھی جب مختلف اوقات میں مختلف پارٹیاں برسراقتدار آتی رہیں، پارٹیوں کی سیاست میں خارجی پالیسی کا کردار بہت محدود رہا ہے۔

تیز رفتار ہندوستان کا نیوکلیائی پروگرام

ہندوستان توسیع مخالف معاہدوں کے خلاف ہے کیوں کہ ان کا اطلاق صرف غیر نیوکلیائی طاقتوں پر ہوتا ہے اور پانچ نیوکلیائی طاقتوں کو جائز ٹھہراتے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان نے 1995 میں Treaty Non-Proliferation یعنی NPT کی غیر معینہ مدت کی توسیع کی مخالفت کی اور تجربات پر مکمل پابندی کے معاہدہ یعنی Comprehensive Test Ban Treaty یعنی C.T.B.T پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

ہندوستان نے مئی 1998 میں کئی نیوکلیائی تجربے کیے اور نیوکلیائی طاقت کو فوجی اغراض و مقاصد کے استعمال کے لئے اپنی صلاحیت کا اظہار کیا۔ پاکستان نے بھی فوراً یہی کام کیا اور علاقہ کا تحفظ نیوکلیائی زور آزمائی پر چھوڑ دیا گیا۔ برصغیر میں نیوکلیائی تجربوں سے بین الاقوامی برادری کافی فکرمند تھی اور اس نے ہندوستان اور پاکستان پر پابندیاں عائد کردیں جو کہ بعد میں ہٹالی گئی تھیں۔ ہندوستان نیوکلیائی میدان میں 'استعمال میں پہل نہیں' کے اصول پر قائم ہے اور عالمی سطح پر جان دارانہ اور قابل تصدیق نیوکلیائی تخفیف اسلحہ کے لئے کوشاں ہے جو بالآخر دنیا کو نیوکلیائی ہتھیاروں سے مکمل نجات دلا دے۔

عالمی سیاست میں بدلتے اتحاد

جیسا کہ آپ پچھلے اور نویں باب میں پڑھیں گے 1977 کے بعد کئی غیر کانگریس حکومتیں برسراقتدار آئیں۔ یہ وہی وقت تھا۔ جب عالمی سیاست میں بھی ڈرامائی تبدیلیاں آرہی تھیں۔ ہندوستان کے خارجی تعلقات کے لیے ان کی کیا اہمیت ہے؟ جب 1977 میں جنتا پارٹی کی حکومت بنی تو اس نے اعلان کیا کہ وہ ایک سچی غیر جانبدار پالیسی اپنائے گی۔ اس کا مطلب تھا کہ

© NCERT not to be republished

1977 میں جنتا پارٹی کی حکومت بنی تو اس نے اعلان کیا کہ وہ ایک سچی غیر جانبدار پالیسی اپنائے گی۔ اس کا مطلب تھا کہ خارجہ پالیسی میں سوویت یونین کی طرف جو جھکاؤ تھا اس کو صحیح کیا جائے گا۔ اس کے بعد تمام حکومتوں نے (کانگریسی یا غیر کانگریسی) چین کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے اور امریکہ سے قریبی رشتے استوار کرنے پر زور دیا۔ ہندوستانی سیاست اور عوام کی سوچ کے مطابق ہندوستان کی خارجہ پالیسی کا دو سوالات سے گہرا تعلق ہے۔ ایک تو پاکستان کے بارے میں ہندوستانی موقف اور دوسرا ہند امریکی تعلقات۔ 1990 کے بعد کے زمانے میں حکمراں پارٹیوں پر اکثر ان کی امریکہ نواز پالیسیوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔

خارجہ پالیسی کی بنیاد ہمیشہ قومی مفاد پر منحصر ہوتی ہے۔ اگرچہ 1990 کے بعد بھی روس ہندوستان کا ایک اہم دوست رہا لیکن اس کی عالمی قدر و منزلت ختم ہوگئی۔ لہٰذا ہندوستان کی خارجہ پالیسی کا جھکاؤ امریکہ کی جانب زیادہ ہو گیا اس کے علاوہ موجودہ بین الاقوامی صورتحال میں اقتصادی مفادات فوجی مفادات سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اس حقیقت نے بھی ہندوستان کی خارجہ پالیسی کو مرتب کرنے پر اثر ڈالا۔ اس کے علاوہ اس دوران ہندوستان و پاکستان کے تعلقات میں کئی موڑ آئے۔ حالاں کہ دونوں ملکوں کے درمیان اب بھی کشمیر کا مسئلہ سر فہرست ہے لیکن تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے کافی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ دونوں جانب سے اقتصادی تعاون، شہریوں کی آمد و رفت اور ثقافتی تبادلوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ کیا آپ کو علم ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان ایک بس سروس چلتی ہے اور ساتھ ہی ریلوے سروس بھی۔ یہ ماضی قریب میں بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس کے باوجود بھی 1999 میں دونوں ملکوں کے درمیان تقریباً جنگ کی حالت کو ٹالا نہیں جاسکا۔ امن کی کوششوں کو اس دھچکے کے باوجود بھی پائیدار امن کی طرف کوششیں جاری ہیں۔

مشقیں

1. ہر بیان کے آگے غلط یا صحیح لکھیے۔

(a) ناوابستگی کی وجہ سے ہندوستان سوویت یونین اور امریکہ دونوں سے مدد لینے میں کامیاب رہا۔

(b) اپنے پڑوسیوں سے ہندوستان کے تعلقات شروع ہی سے ناخوش گوار ہیں۔

(c) سرد جنگ نے ہندوستان و پاکستان کے تعلقات کو بہت متاثر کیا ہے۔

(d) 1971 کا امن اور دوستی کا معاہدہ ہندوستان اور امریکہ کی قربت کا نتیجہ تھا۔

© NCERT not to be republished

.2 جوڑی بنایئے

(a) 64-1950 تک ہندوستان کی خارجہ پالیسی کا مقصد | i. تبت کے روحانی پیشوا جو سرحد پار کر کے ہندوستان آئے
(b) پنچ شیل | ii. سرحدوں کی سالمیت کا تحفظ، اقتدار اعلیٰ اور اقتصادی ترقی کا تحفظ
(c) بنڈونگ کانفرنس | iii. پرامن بقائے باہمی کے پانچ اصول
(d) دلائی لامہ | iv. NAM کے قیام کے لیے راہ ہموار کی

.3 نہرو ایسا کیوں سوچتے تھے کہ خارجہ پالیسی کا عملی پہلو آزادی کا لازمی اشاریہ ہے۔ مثالوں کے ساتھ کوئی بھی دو وجوہات بیان کیجیے جس سے آپ کے مطالعے کا اندازہ ہو سکے۔

.4 ''خارجی امور کا انتظام گھریلو یا اندرونی دباؤ اور موجودہ بین الاقوامی ماحول کے درمیان باہمی عمل کا نتیجہ ہے۔'' ہندوستان کے 1960 کے خارجی تعلقات سے ایک مثال لے کر اپنے جواب کو زیادہ واضح کیجیے۔

.5 اگر اختیار آپ کے ہاتھوں میں دے دیا جائے تو ہندوستانی خارجہ پالیسی کے وہ کون سے دو عناصر ہوں گے جو آپ باقی رکھنا چاہیں گے اور کون سے دو عناصر آپ ختم کرنا چاہیں گے؟ اپنے موقف کو مضبوط بنانے کے لیے دلائل دیجیے۔

.6 مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیے؟

(a) ہندوستان کی نیوکلیائی پالیسی

(b) خارجہ پالیسی کے امور پر اتفاق رائے

.7 ہندوستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد امن اور تعاون کے اصولوں پر رکھی گئی تھی لیکن دس سال کے اندر (1971-1962) ہندوستان نے تین جنگیں لڑیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ خارجہ پالیسی کی ناکامی کا نتیجہ تھا؟ یا یہ بین الاقوامی حالات کا نتیجہ تھا؟ اپنے جواب کے حق میں دلائل پیش کیجیے۔

.8 کیا ہندوستان کی خارجہ پالیسی اس کی ایک اہم علاقائی طاقت بن جانے کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے؟ 1971 کی بنگلہ دیش جنگ کو ایک مثال بنا کر اپنا جواب پیش کیجیے۔

© NCERT not to be republished

9. ایک ملک کی سیاسی قیادت اس کی خارجہ پالیسی کو کیسے متاثر کرتی ہے؟ ہندوستان کی خارجہ پالیسی سے مثالیں لے کر اس بیان کو واضح کیجیے۔

10. درج ذیل اقتباس کو پڑھیے اور نیچے دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

''موٹے طور پر ناوابستگی کا مطلب یہ ہے خود کو کسی فوجی بلاک سے منسلک نہ کیا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حالات کو ہمیشہ فوجی عینک لگا کر نہیں دیکھنا چاہیے، اگرچہ کبھی کبھی یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے، بلکہ آزادانہ طریقہ سے دیکھنا چاہیے۔ اور تمام ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے چاہئیں۔'' جواہر لعل نہرو

(a) نہرو فوجی بلاکوں یا دھڑوں سے کیوں دور رہنا چاہتے تھے؟

(b) کیا آپ کے خیال میں ہند۔ روس امن اور دوستی کا معاہدہ ناوابستگی اور غیر جانبداری کی خلاف ورزی تھی؟ اپنے جواب کی وجوہات بیان کیجیے۔

(c) اگر فوجی بلاک نہ ہوتے تو کیا آپ کے خیال میں ناوابستگی غیر ضروری ہوتی؟

© NCERT not to be republished